جی چاہتا ہے نقشِ قدم چومتے چلیں

جمال الدین افغانیؒ

خان یاسر

امی، ابّی اور دادا کے نام

جن سے میں نے سیکھا کہ

عظیم شخصیات

آسمان سے نہیں اترتیں

بلکہ

زمین پر پیدا ہوتی ہیں،

زمین سے وابستہ ہوتی ہیں؛

اور یہ کہ

ہر بچہ

اگر 'چاہے'

تو 'بڑا' آدمی بن سکتا ہے...

تڑپ صحن چمن میں آشیاں میں شاخساروں میں
جدا پارے سے ہو سکتی نہیں تقدیر سیمابی

”یہ حیرت انگیز ہے کہ ایک خانہ بدوش دانشور اٹھتا ہے؛ اس کے پاس سوائے ایک فصیح زبان و قلم کے کوئی مادی وسیلہ نہیں ہوتا، مگر اس کی للکار سے تخت پر جلوہ افروز شاہوں پر رعشہ طاری ہو جاتا ہے، مدبرین سیاست کی چالیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔ شاید اس لیے کہ وہ کچھ ایسی طاقتوں کو حرکت میں لاتا ہے، جسے صرف وہی پکار سکتا ہے اور آج تک یورپ اور ایشیا کے سیکولر سیاستداں ان طاقتوں سے نبرد آزما نہیں ہو سکے ہیں۔[۲]“

(پروفیسر ایڈورڈ جی براؤن)

”مسلم دنیا کی تقریباً تمام زبانوں پر عبور، فصاحت و بلاغت میں لاجواب، آپ کی مضطرب روح ایک مسلم ملک سے دوسرے ملک میں بھٹکتی رہی، یہ آوارہ گردی رائیگاں نہیں گئی بلکہ آپ نے ایران، مصر اور ترکی میں عظیم رجال کار تیار کیے۔ ہمارے زمانے کے متعدد نامور علماء مثلاً محمد عبدہ ان کے شاگرد رہ چکے ہیں۔ انھوں نے لکھا کم، کہا زیادہ اور اسی طرح ان تمام لوگوں کو چھوٹا موٹا جمال الدین بنا ڈالا جن کے رابطے میں وہ آئے... انھوں نے کبھی مجدد ہونے کا دعویٰ نہیں کیا لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ہمارے زمانے کے کسی شخص نے اسلامی دنیا کو اس زور سے نہیں جھنجھوڑا جیسا کہ اکیلے اس شخص نے۔[۳]“

(علامہ اقبالؒ)

جمال الدین افغانی

پیدائش اور بچپن: جمال الدین، افغانستان کے کابل ضلع میں 1838 میں پیدا ہوئے۔ ایک تعلیم یافتہ گھرانے میں آنکھیں کھولنے کا جو سب سے بڑا فائدہ انھیں ہوا وہ یہ کہ بچپن سے ہی ان کی تعلیم وتربیت کا کافی دھیان رکھا گیا۔ خود انھیں مطالعے کا بے حد شوق تھا شاید یہی وجہ تھی کہ سترہ سال کی عمر تک پہنچتے پہنچتے آپ نے نہ صرف قرآن اور حدیث بلکہ قانون، فلسفہ، کیمیات، طب اور مختلف انواع و اقسام کے مضامین پر دسترس حاصل کرلی۔ خاص بات یہ تھی کہ حق اور باطل کو جاننے کی کسوٹی ہمیشہ انھوں نے قرآن وسنت کو ہی تسلیم کیا لہٰذا مغربی تعلیم ان کے لیے چنداں مضر ثابت نہیں ہوئی۔ جمال الدین اپنی عمر کے اوائل سے ہی آس پڑوس کے مسلمانوں کی حالتِ زار پر افسوس ظاہر کرتے ہوئے پائے جاتے تھے۔

ایک شخص ایک کارواں: ابھی نوخیز جوانی کے ہی ایام تھے کہ جمال الدین افغانی نے دنیا بھر کے مسلمانوں کی صورت حال کا باریک بینی سے جائزہ لینے کی ٹھان لی۔ وہ 1856 میں ہندوستان آئے۔ یہاں کچھ دن قیام کے بعد حج کی ادائیگی کے لیے حجاز چلے گئے۔ پھر لوٹے تو افغانستان کی حکومت میں ایک مایہ ناز منصب پر فائز ہوئے۔ 1863 میں افغانستان کے بادشاہ دوست محمد کے انتقال کے بعد تخت پر شیر علی بیٹھا جو جمال الدین افغانی کے دربار اور عوام میں اثر ورسوخ سے خاصا خائف تھا، ساتھ ہی اسے افغانی کے نئے نئے اقدامات وخیالات سے تنفر تھا۔ بادشاہ کے من مانے رویے کی وجہ سے جمال الدین افغانی کو کام کرنے کی پہلی سی آزادی نہ رہی، دونوں کے درمیان خفگی پیدا ہوگئی، جس کا سیدھا نتیجہ جمال الدین افغانی کی ملک بدری کی صورت میں ظاہر ہوا۔ آپ مکہ اور پھر عراق چلے گئے۔ 1866 میں شیر علی کی شکست کے بعد جمال الدین افغانی، افغانستان لوٹے اور بادشاہ کے مشیر کی حیثیت سے دوبارہ اپنے فرائض انجام دینے لگے۔ 1868 میں شیر علی افغانستان کے تخت پر ایک

بار پھر قابض ہو گیا اور آپ کو دسمبر میں افغانستان چھوڑ دینا پڑا۔ 1869 میں آپ دوبارہ ہندوستان آئے۔ لیکن برطانوی سامراج ایسے 'خطرناک' آدمی کو اپنی سرحدوں میں کیسے گوارا کر لیتی؟ لہٰذا حکومت کے ایک جہاز سے انھیں مصر بھیج دیا گیا۔ وہاں سے آپ ترکی چلے گئے۔ ترکی میں جمال الدین افغانی کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ آپ ترکی کی تعلیمی کونسل کے ممبر بنائے گئے، ساتھ ہی ساتھ نئی قائم شدہ یونیورسٹی میں پروفیسر کے طور بھی پر خدمات انجام دینے لگے۔ حکومت، طلبہ، عوام ہر جگہ ان کی بڑھتی مقبولیت آپ کے حاسدین کو، جن کی تعداد خاصی تھی، ایک آنکھ نہ بھائی۔ انھوں نے افغانی کی ایک تقریر کو الٹے سیدھے معنی پہنا کر وہ طوفان کھڑا کیا کہ حکومت کی 'درخواست' پر افغانی کو ترکی چھوڑنا پڑا۔ جمال الدین افغانی، 1871 میں، دوبارہ مصر آئے اور قاہرہ میں **جامعہ الازہر** سے وابستہ ہو گئے۔ اپنی علمی لیاقت، جذبات اور اسلامی تڑپ کی وجہ سے وہ جلد ہی اساتذہ اور طلبہ میں مقبول ہو گئے۔ انھوں نے طلبہ کو اسلامی اتحاد کا سبق پڑھایا، مختلف اخبارات کے ذریعے عوام میں آزادی کی جوت جگائی۔ ان کے پیغام کی معقولیت اور سوز نے خصوصاً نئی نسل کو متاثر کیا اور وقت کے حکمرانوں کے کان کھڑے ہو گئے۔ مارچ 1879 میں انھیں مصر سے بھی دیس نکالا ملا۔ ایک بار پھر وہ ہندوستان لوٹے، اس بار رہنے کی اجازت تو مل گئی لیکن کڑی نگرانی کے ساتھ، انھوں نے حیدر آباد (دکن) کو اپنا مستقر بنایا اور بلا خوف **لومۃ لائم** کئی پمفلٹ اور کتابچے چھاپے۔ خصوصاً ان کی کتاب **رد علی الدھریین** جو دہریت اور مادہ پرستی کے رد میں لکھی گئی تھی خاصی مقبول ہوئی۔ انھیں یہ دیکھ کر کافی قلق ہوا کہ مسلمان اپنے دشمن برطانیہ کو پہچان نہیں پا رہے ہیں اور معصومیت کے ساتھ، دوسروں کی دیکھا دیکھی، ایک درندے کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا رہے ہیں۔ انھوں نے مسلمانوں کو انگریزوں کے خلاف جنگ آزادی پر اکسایا۔ افغانی یقیناً اپنی دلیر و بیباک فطرت کی وجہ سے انگریزوں کی مقرر کی ہوئی حدوں سے آگے بڑھ گئے تھے۔ 1882 میں مصر میں بغاوت ہوئی اور کلکتہ میں جمال الدین افغانی کو گرفتار کر لیا گیا۔ بغاوت فرو ہونے کے بعد آپ کی رہائی عمل میں آئی اور 1885 میں آپ یورپ روانہ ہو گئے۔ پہلے لندن پھر پیرس تشریف لے گئے۔ متعدد سیاسی وجوہ سے آپ نے پیرس (فرانس) میں مستقل قیام کا فیصلہ کیا۔ فرانس میں قیام کے دوران آپ نے یورپ بھر کے متعدد دورے کیے اور ہر جگہ اپنی تقاریر اور گفتگو کے ذریعے متعدد لوگوں کو اپنا ہم خیال بنانے میں کامیابی حاصل کی۔ آپ روس بھی گئے اور ماسکو اور سینٹ

پیٹرس برگ میں اپنا خاطر خواہ اثر چھوڑا۔ خود ژار روس ان کی قابلیت کا معترف ہوگیا۔ انہی کے کہنے پر ژار نے روس میں قرآن کی اشاعت پر جو نارواپابندی تھی، ختم کردی۔ جمال الدین افغانی نے پیرس میں ایک اسلامی سینٹر قائم کیا اور دو لسانی پرچے **عروۃ الوثقی** کا اجراء کیا۔ زیادہ دن نہیں گزرے کہ اس پرچے کے پیغام اور مقبولیت سے خوفزدہ ہوکر حکومت نے اس پر پابندی لگادی۔ یہی کہانی ایران میں دہرائی گئی جہاں شہنشاہ پہلے تو ان کی قابلیت کا قائل ہوا، انھیں 'زبردستی' وزیر اعظم تک بنادیا گیا مگر بعد میں شاہ خود افغانی کی تنقیدوں، ان کی بڑھتی مقبولیت اور حلقۂ اثر سے خوفزدہ ہوگیا، یہاں تک کہ افغانی کو گرفتار کرلیا گیا اور آخر کار 1890 میں انھیں ملک چھوڑنے کا حکم ملا۔ وہ لندن آئے لیکن یہاں بھی آزادی کی قسمیں کھانے والے حکمرانوں کے گلے سے نہیں اترے۔ 1892 میں جمال الدین افغانی ترکی آگئے اور سلطان عبدالحمید کی مشاورتی کونسل میں شامل ہوئے۔ عثمانی خلافت کے سایے میں وہ اسلامی اتحاد کے اپنے نظریے کو عملی شکل دینا چاہتے تھے لیکن یہاں بھی اپنی ناقدانہ فطرت کے باعث وہ رہ رہ کر حکمرانوں کی نگاہوں میں کھٹکتے رہے، متعدد ممالک کے سفارت خانوں کا بھی دباؤ تھا کہ افغانی کو ان کے حوالے کردیا جائے، مگر اس سے پہلے کہ انھیں ترکی چھوڑنے کو کہا جاتا انھوں نے 9 مارچ 1897 کو جبڑے کے کینسر میں مبتلا ہوکر دنیا ہی چھوڑ دی۔

کردار کی عظمت، خیالات کی پرواز: جمال الدین افغانی زبردست صلاحیتوں کے حامل تھے۔ وہ بہت کم سوتے تھے اور دن میں اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے کام کرتے تھے۔ علم و فضل میں آپ اگر ایک چلتے پھرتے انسائیکلو پیڈیا تھے تو میدان عمل میں اپنی سرعت رفتار اور صحت معیار میں کوئی مشین معلوم ہوتے تھے۔ انھیں عربی، فارسی، ترکی، فرنچ، انگلش، روسی اور نہ جانے کتنی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ وہ جہاں جہاں گئے اپنے اخبارات، اپنے مضامین، اپنے خطبات اور اپنی گفتگو کے ذریعہ زمانے پر چھاگئے۔ وہ اپنے عہد سے آگے کی سوچتے تھے اور اپنی دور اندیش نگاہوں کے ذریعے حال اور مستقبل کا صحیح اندازہ لگانے کا ہنر رکھتے تھے۔ ان کے خیالات انقلابی تھے، وہ جہاں رہے اسلامی احکام کے نفاذ کی حتی المقدور کوششیں کرتے رہے اور حکمرانوں کے ظلم و ستم کے خلاف زبان و قلم چلاتے رہے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی اسی 'متشدد' اور 'غیر مصلحت آمیز' پیروی کی وجہ سے کوئی حکومت انھیں اپنے قلمرو میں جگہ دینے کی روادار نہ تھی۔ انھیں نہ سلاخوں کی پرواہ تھی نہ تختۂ دار کی، ملک

بدری کو بھلا کیا خاطر میں لاتے۔ وہ عمر بھر 'مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا' کی جیتی جاگتی تصویر بنے رہے۔ آپ ایک ملک سے دوسرے ملک بھٹکتے رہے لیکن کبھی اپنے ضمیر، اپنے ایمان اور اپنے پیغام کا سودا نہیں کیا۔ عہدے اور مناصب خود چل کر ان کے پاس آتے تھے اور جب ان کو لگتا کہ وہ آزادی کے ساتھ اسلام کی، امت مسلمہ کی خدمت کر سکیں گے تو عہدے قبول کر لیتے ورنہ بڑے سے بڑے عہدے کو ٹھوکر مار دیتے۔ 1887 میں زار نے انھیں سینٹ پیٹرس برگ میں روس کا شیخ الاسلام بننے کی پیش کش کی تھی لیکن افغانی نے یہ پیشکش قبول نہیں کی۔

وہ اسلامی اتحاد کے پرزور مبلغ تھے۔ ان کا دل مسلم ریاستوں کی آپسی چپقلشوں اور عدم اتحاد پر خون کے آنسو روتا تھا۔ انھوں نے تمام اسلامی ریاستوں کو یورپ کا آلۂ کار بننے کے بجائے اسلامی ریاستوں کی ایک یونین قائم کرنے کا مشورہ دیا۔ یورپی نظریۂ قومیت (نیشنلزم) کی حالت نوزائیدگی میں ہی پرزور مخالفت کی اور مسلمانوں کو بتایا کہ وہ مختلف قومیں نہیں بلکہ ایک مسلم امت ہیں۔ وہ ہر طرح کی ڈکٹیٹرشپ کے خلاف تھے اور اسلامی ممالک میں خلافت علیٰ منہاج النبویہ والے شورائی نظام کے احیاء کے خواہش مند تھے۔ آزادی اور مساوات جیسے ماڈرن مگر اسلامی خیالات کے پورے شدومد سے وکالت کرتے تھے۔ انھوں نے مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی پر بھی کڑی نکتہ چینی کی اور وقت کی اسلامی حکومتوں پر قیصر وکسریٰ کی روایت پر عمل پیرا ہونے کا الزام لگایا۔ انھوں نے اللہ کی حاکمیت کو قائم کرنے کے عزم کا اظہار کیا اور مغربی استعمار کی کھل کر مذمت کی۔ بحیرۂ بنگال سے لے کر بحر اوقیانوس تک انھوں نے احیائے اسلام کے جو بیش بہا بیج بکھیرے وہ آنے والے دنوں میں تناور درخت بن کر کھڑے ہو گئے۔ ان کے روئیں روئیں میں صحیح معنوں میں اسلام کے نفاذ کی خواہش اتنی شدید تھی کہ انھوں نے مرتے مرتے بھی اسی آخری خواہش کا ان الفاظ میں اظہار کیا: **"کیسے جاؤ کوشش مرے دوستو... کبھی مقدموں، قید اور قتل سے مت گھبرانا، کبھی مشکلات کے سامنے نہ جھکنا، اور ظالم بادشاھوں اور ڈکٹیٹروں کے خلاف اپنی لڑائی استقامت کے ساتھ جاری رکھنا۔"**

جمال الدین افغانی کے خیالات نے امت کے آنے والے علماء اور قائدین میں سیاسی بصیرت پیدا کی اور ان کے خیالات سے فیضیاب ہونے والے سیکڑوں ایسے جانثار اٹھے جنھوں نے آنے والی صدی میں اسلامی دنیا کا نقشہ ہی بدل دیا اور ایک نئی تاریخ مرتب کی۔ اللہ تعالیٰ انھیں اجر جزیل سے نوازے۔ آمین!